افغانستان: طالبان قیادت کا امتحان!

عالم گیر آفریدی

تحریک طالبان افغانستان کے رہنما مُلّا محمد عمر کے انتقال کی خبر ایک بڑا واقعہ ہے۔ ان کے بہی خواہوں کے لیے یہ خبر یقیناً ایک بہت بڑا دھچکا ہے۔ ان کی رحلت کب، کہاں اور کیسے واقع ہوئی؟ اس حوالے سے اطلاعات میں نہ صرف کافی ابہام پایا جاتا ہے بلکہ کچھ تضاد بھی نظر آتا ہے۔

مُلّا محمد عمر نے ان حالات میں تحریک طالبان کی بنیاد رکھی تھی، جب افغان مجاہدین، سوویت یونین کو شکست دینے کے بعد افغانستان میں ایک مضبوط مرکزی حکومت کے قیام میں ناکام ہوکر خانہ جنگی پر اتر آئے تھے۔ طالبان اس شدید بدامنی اور افراتفری کو جواز بناتے ہوئے مختصر مدت میں نہ صرف افغانستان کی مقبول ترین عسکری قوت کا روپ دھار گئے بلکہ کابل سمیت پورے افغانستان کے تین چوتھائی حصے پر اپنا قبضہ جمانے میں بھی کامیاب ہوگئے تھے۔ اس کے نتیجے میں قیامِ امن اور لوگوں کو ان کی دہلیز پر فوری انصاف کی فراہمی ایسے کارنامے تھے جس نے طالبان حکومت کے استحکام میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مُلّا محمد عمر اور ان کی حکومت کو منظر سے ہٹانے کے لیے امریکا کو ۴۸ ممالک کی ڈیڑھ لاکھ مسلح افواج اور دنیا کی جدید ترین جنگی ٹکنالوجی کا سہارا لینا پڑا۔ پھر امریکا نے مُلّا عمر کے سر کی قیمت ایک کروڑ ڈالر مقرر کردی۔ یہ مُلّا عمر کی شخصیت کا کمال تھا کہ جب امریکا نے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں طالبان حکومت کا اپنی اندھی طاقت کے زور سے خاتمہ کیا، تو وہ مختصر عرصے میں طالبان کی منتشر صفوں کو امریکا کے خلاف ایک بھرپور اور منظّم تحریک کی شکل دینے میں کامیاب ہوگئے۔

آج افغانستان کے طول وعرض میں امریکی اور ناٹو فورسز سمیت افغان سیکیورٹی فورسز کے

خلاف جو منظّم عسکری کارروائیاں ہو رہی ہیں اور مختلف اضلاع سے طالبان کی فتوحات اور قبضوں کی جو خبریں آ رہی ہیں، ان کے پیچھے جہاد کے بعد سب سے بڑا محرک اور عامل مُلّا محمد عمر کی قیادت رہی ہے۔ افغان قوم میں ان کی مقبولیت اور اثر پذیری کا نتیجہ تھا کہ طالبان قیادت کو دو سال سے بھی زائد عرصے تک مُلّا عمر کے انتقال کی اہم ترین خبر کو صیغۂ راز میں رکھنا پڑا۔ دو سال تک طالبان قیادت ان کی موت کو چھپانے پر اس لیے مجبور رہی کہ اس بات کا کامل یقین تھا کہ مُلّا عمر کے انتقال کی خبر سامنے آنے سے نہ صرف طالبان جنگجوؤں کے حوصلے پر منفی اثر پڑے گا، بلکہ اس خبر سے امریکا اور دیگر طالبان دشمن قوتیں بھی ہر ممکن فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گی۔ طالبان قیادت کے یہ خدشات مُلّا عمر کے انتقال کی تصدیق ہونے پر بعض طالبان گروپوں کی مخالفت اور تحفظات کی صورت میں سامنے آئے بھی ہیں۔

مُلّا محمد عمر مرحوم کے نائب مُلّا اختر منصور کے توسط سے یہ بات تو سامنے آچکی ہے کہ انھوں نے مُلّا عمر کے انتقال کی خبر مبینہ طور پر ملا عمر کی وصیت کے مطابق جہاد کو جاری رکھنے کی حکمت کے تحت صیغہ راز میں رکھی تھی۔ اس حد تک تو اختر منصور کی بات پر یقین کا جواز اور گنجایش موجود ہے۔ لیکن جہاں تک مُلّا منصور کے امیر بننے اور ملا عمر کے انتقال کی تصدیق اور اعلان کے اوقات کا تعلق ہے تو اس حوالے سے مختلف سوالات کا اٹھنا ایک فطری امر ہے۔ یہ سوال کہ اچانک ایسے کون سے عوامل پیدا ہو گئے تھے جن کے باعث ملا عمر کے انتقال کی خبر کو صیغۂ راز میں مزید رکھنا ممکن نہیں رہا تھا؟

اسی طرح یہ سوال بھی جواب طلب ہے کہ مُلّا عمر کے انتقال کی خبر طالبان افغان حکومت مذاکرات سے محض ایک دن قبل افشا کرنے کا اصل پس منظر کیا ہے؟ ان دونوں سوالات کے متعلق جتنے منہ اتنی باتیں کے مصداق طرح طرح کے جوابات اور چہ میگوئیاں سامنے آ رہی ہیں۔ لیکن اس حوالے سے افغان معاملات پر گہری نظر رکھنے والے اور تحریک طالبان سمیت افغان حکومت اور پاکستان کے مقتدر اداروں تک رسائی رکھنے والے ماہرین اور تجزیہ کاروں کا استدلال ہے کہ مُلّا عمر کی وفات کی خبر کو مزید چھپا کر رکھنا اس لیے ناممکن ہو گیا تھا کہ طالبان سمیت افغان حکومت کے بعض بارسوخ حلقوں کو یہ شک پڑ گیا تھا کہ مُلّا محمد عمر زندہ نہیں رہے اور وفات پا چکے ہیں۔ ان کو

یہ شک دو وجوہ کی بنا پر پڑا۔

اس کی پہلی اور فوری وجہ حالیہ عیدالفطر کے موقعے پر مُلّا محمد عمر کا امن مذاکرات کی حمایت پر مبنی پیغام کا سامنے آنا تھا۔ واضح رہے کہ مُلّا محمد عمر شروع دن سے مذاکرات کی مخالفت کرتے رہے تھے اور انھوں نے عیدین پر جتنے بھی پیغامات جاری کیے تھے ان سب میں وہ طالبان کو جہاد جاری رکھنے اور مزاحمت کے راستے پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے رہے تھے۔ امن مذاکرات کی حمایت میں ان کا بیان سامنے آنے سے طالبان کی صفوں میں ان کے زندہ رہنے کے متعلق شکوک وشبہات نے شدت اختیار کی۔ اسی طرح ان شکوک وشبہات کو تقویت ملنے کی دوسری بڑی وجہ ڈھائی سال سے بھی زیادہ عرصے سے مُلّا محمد عمر کی آواز میں کسی آڈیو پیغام کا سامنے نہ آنا تھا۔ جہاں تک مُلّا عمر کی وفات کی خبر امن مذاکرات کے دوسرے دور سے محض ایک دن قبل افشا کیے جانے کا تعلق ہے تو اس حوالے سے اس بات پر اتفاق راے پایا جاتا ہے کہ ایسا کرنا سب سے زیادہ خود طالبان اور بالخصوص نومنتخب امیر ملا اختر منصور کے حق میں تھا۔ اگر مذاکرات میں کسی ممکنہ پیش رفت کے بعد آگے جاکر یہ بات سامنے آجاتی کہ مُلّا عمر دو سال پہلے وفات پاچکے ہیں تو ایسی حالت میں مُلّا اختر منصور سمیت کسی بھی طالبان رہنما کے لیے امن مذاکرات کے فیصلوں کو طالبان کمانڈروں اور جنگجوؤں سے منوانا تقریباً ناممکن ہوتا، لہٰذا اسی احساس نے انھیں یہ خبر جاری کرنے پر مجبور کیا۔

دوسری جانب ملا منصور کی امارت کے اعلان اور ان کا اپنے پیروکاروں سے بیعت لینے پر بعض طالبان راہنماؤں کی طرف سے جو اعتراضات سامنے آئے ہیں، وہ اس لیے قابلِ فہم ہیں کہ ان کی امارت پر ان لوگوں نے اعتراض اٹھایا ہے، جو ملا منصور کی امارت کے لیے منعقدہ رہبری شوریٰ کے فیصلے میں شریک نہیں تھے۔ ان میں سب سے نمایاں نام مُلّا محمد عمر کے برادر خورد مُلّا عبدالمنان کا سامنے آیا ہے، جنھوں نے ملا منصور کی امارت کے اعلان کو مسترد کرتے ہوئے نئے امیر کے انتخاب کے لیے صرف رہبری شوریٰ پر انحصار کے بجاے تمام فیلڈ کمانڈروں، علماے کرام اور طالبان کی بااثر شخصیات کا مشترکہ اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ جس کے جواب میں ملا منصور گروپ کا کہنا ہے کہ اس وقت کے حالات اور موجودہ حالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت پورے افغانستان کے حالات طالبان کے حق میں سازگار تھے اور انھیں کسی قسم کے سیکیورٹی خطرات لاحق نہیں تھے،

جب کہ آج پوری طالبان قیادت کا اتنی بڑی تعداد میں ایک جگہ پر افغانستان کے اندر جمع ہونا تقریباً ناممکن ہے۔

مُلّا اختر منصور کی مخالفت میں طالبان کا جو گروپ سرگرم عمل ہے، وہ اپنی حمایت میں مُلّا محمد عمر کے ۲۶ سالہ بڑے بیٹے مُلّا محمد یعقوب کو بھی استعمال کرنے کی حتی الوسع کوشش کر رہا ہے جس کی مخالفت ان کی کم عمری اور کم تجربے کی بنیاد پر کی جارہی ہے۔ تبدیل ہوتی ہوئی اس تمام صورت حال کا نیا نقشہ طالبان اور افغان حکومت کے درمیان پہلے سے طے شدہ مذاکرات کی منسوخی کے علاوہ طالبان کے نئے امیر مُلّا اختر منصور کا ان مذاکرات سے انکار کر کے جہاد جاری رکھنے کے اعلان کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اسی طرح قطر میں قائم طالبان کے سیاسی کمیشن اور قطر دفتر کے مذاکراتی ٹیم کے سربراہ طیب آغا اور ان کی ٹیم کا مُلّا اختر منصور سے اختلافات کی بنیاد پر مستعفی ہونے سے بھی جہاں امن مذاکرات کا مستقبل مخدوش نظر آرہا ہے، وہاں اس صورت حال کو تحریک طالبان کی صفوں کو منظّم رکھنے کے لیے بھی نیک شگون قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ اگر طالبان، امریکا اور افغان حکومت پر اپنا دباؤ برقرار رکھ کر مُلّا محمد عمر کے مشن کی تکمیل چاہتے ہیں تو اس کے لیے تحریک طالبان کو پہنچنے والے نقصان کے ازالے اور مزید نقصان سے بچنے کے لیے نہ صرف اپنی صفوں میں اتحاد اور اتفاق برقرار رکھنا ہوگا، بلکہ باہمی مشاورت اور اتفاق رائے سے نئے امیر کے قضیے، نیز امن مذاکرات کے مستقبل کا بھی کوئی متفقہ اور سب کے لیے قابل قبول حل تلاش کرنا ہوگا۔ بصورت دیگر طالبان مخالف قوتیں ان کو منتشر پاکر ان پر ٹوٹ پڑنے کے لیے ایسے تیار بیٹھی ہیں، جیسے دسترخوان پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بھوکے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ موقع بلاشبہہ طالبان کی معاملہ فہمی، حسن تدبر اور ان کی بصیرت کا کڑا امتحان ہے جس کے لیے اُمتِ مسلمہ کے تمام سنجیدہ و فہمیدہ لوگ فکر مند بھی ہیں اور دعا گو بھی۔